

موجودہ نظام انسورنس اور رفع حرج کے اصول کا اطلاق

Application of ‘Principle of alleviation of problem’ in Contemporary Insurance system

* محمد عاصم شہباز

** ڈاکٹر ظہور اللہ الا زھری

Abstract

Islām is a religion of nature. In every order it can takes into consideration the strength and approach of its followers. Its orders are very easy and applicable. But some time, for some reason, a kind of narrowness arises. In this situation Shari‘ah comes forward and alleviate it immediately as much as possible this principle of Shari‘ah is called “Raf‘-e-Harj”.

In this article, present insurance system has been examined by applying this principle. Here the opinions to those Islāmic scholars have been presented who declared this insurance system forbidden or illegitimate. Besides, the opinions of those scholars have also be presented who under certain conditions, declared this insurance system legitimate according to “Raf‘-e-Harj”, needs and necessities .

We can conclude from those opinions that all the Islamic scholars collectively consider the present insurance system forbidden. It is so because, gambling, interest, ignorance and many other social issues are also included in it. But if we look at the needs of the people and the present economic and social situation, this insurance system can be utilized.

Key words: Halāl, Harām, Rizq, Economics, Islām, Qur’ān, Sunnah,
Insurance System.

اسلام وہ دین فطرت ہے جو جملہ مسائل میں بندوں کی صلاحیت اور طاقت کو ملحوظ رکھتا ہے شریعت کے کسی بھی حکم

* پی ائچ۔ڈی سکالر، شعبہ علوم اسلامیہ، منہاج یونیورسٹی لاہور۔

** ایسوی ایٹ پروفسر، شعبہ عربی و علوم اسلامیہ، دی یونیورسٹی آف لاہور۔

کو دیکھا جائے تو وہ اس امر سے خالی نہیں۔ اسلام اپنے ماننے والوں کے لیے افعال کی انجام دہی میں ممکنہ حد تک آسانی اور رخصت پیدا کرتا ہے، یعنی پہلے تو تشكیلی شریعت میں لا یکلُفَ اللَّهُ تَفْسَا إِلَّا وُسْعَهَا^۱ کے فلفے کی وجہ سے کوئی حرج اور تنگی نہیں ہوتی اور دوسرا^۲ اگر کسی سبب یا عارضے کے باعث تنگی پیدا ہونے بھی لگے تو فَإِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرٌ^۳ اور فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادِ فَلَا إِثْمٌ عَلَيْهِ^۴ کے فلسفے کے تحت اس حرج کو فوراً دور کر دیا جاتا ہے۔ اہل فن علم و فنہا نے مزید کئی نصوص کی روشنی میں فقہی قاعدہ الحرج مرفوع^۵ وضع کیا ہے، جس کا مفہوم ہے کہ بندوں سے ممکنہ حد تک شریعت کے دائرے میں رہتے ہوئے تنگی اور تکلیف کو دور کیا جائے۔ اس قاعدے کی جیت میں لاتعداد نصوص شاہد ہیں۔ مقالہ ہذا میں اسی اصول کا اطلاق کرتے ہوئے موجودہ نظام انشورنس کا جائزہ لینا مقصود ہے۔ اس مقالے کا مقصد مذکورہ قاعدے کی جیت یاد کر پر بحث نہیں، یہ اہل علم و فن کے ہاں مسلم ہے، مقصد مذکورہ بالاعوان کے تحت اس کا اطلاق ہے۔

انشورنس انگریزی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی یقین دہانی کرنے کے ہیں۔ اردو میں اسے بیمه کہتے ہیں اور عربی میں عقد التأمين کہا جاتا ہے۔ انشورنس فریقین کے مابین مفادات پر بنی ایسا معاہدہ ہے جس میں فریق اول دوسرے فریق کو بصورتِ اقسام پکھر قدم دیتا ہے، کہ کل کلاں کو مستقبل میں کسی حادثے کے پیش آنے کی صورت میں دوسرا فریق اس کی یا اس کے لواحقین کی مدد کرے گا۔ مصر کے معروف ماہر قانون ڈاکٹر عبدالرزاق السنوری انشورنس کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

التأمين عقد یلتزم المؤمن بمقتضاه أن يؤدى إلى المؤمن له أو إلى المستفيد الذى اشتربط التأمين لصالحة مبلغًا من المال أو إنرادًا مرتباً أو أى عوض مالى آخر فى حالة وقوع الحادث أو تحقق الخطر المبين بالعقد، وذلك فى نظير قسط أو آية مالية أخرى يؤدى بها المؤمن له للمؤمن.^۵

یہ ایک ایسا عقد ہے جس کی رو سے تحفظ دینے والے کے ذمہ لازم ہو جاتا ہے کہ وہ اس شخص کو جس نے پالیسی خریدی ہے یا وہ شخص جس کی خاطر پالیسی خریدی گئی ہے، کو ایک مخصوص رقم یا طے شدہ منافع یا کوئی دوسرا مالی معاوضہ حادثے یا معاہدے میں بیان کردہ کسی نقصان کے پیشخانے کی صورت میں بیمه دار کو ادا کردہ قسط یا کسی دوسرا مالی ادائیگی کی نسبت ادا کرے۔

¹ البقرة: ۲۸۶۔² الشرح ۵: ۹۳۔³ البقرة: ۲۸۳۔⁴ ابن نجیم، زین الدین الحنفی، البحر الرائق شرح کنز الدقائق، (بیروت: دارالنشر، دارالمعرفة، سان)، ج ۲، ص ۲۲۳۔⁵ سنوری، عبدالرزاق، الدكتور، الوسيط في شرح القانون المدني، (بیروت: دارحياء التراث العربي، ۱۹۶۳ء)، ج ۷، ص ۱۰۸۳۔

قانون کی معروف لغت Black's Law Dictionary میں انشورنس کی ذکر کردہ تعریف کے الفاظ ہیں:

Insurance: A contract whereby, for a stipulated consideration, one party undertakes to compensate the other for loss on a specified subject by specified perils.⁶

انشورنس ایک ایسا معاملہ ہے جس میں ایک پارٹی مخصوص معاوضے کے بدلتے یہ ذمہ داری لیتی ہے کہ وہ مخصوص خطرات کا ازالہ کرے گی۔

حکیم محمود احمد ظفر انشورنس کی تعریف یوں بیان کرتے ہیں:

انشورنس ایک ایسا معہدہ ہوتا ہے جس میں ایک فرد انشورنس کنندہ (Insurer) دوسرے فرد انشورنس شدہ (Insured) کو ایک معینہ رقم یعنی پریمیم (Premium) کی ادائیگی کے بدلتے میں کسی خاص واقعہ کے ہونے کی صورت میں کچھ رقم ادا کرتا ہے۔⁷

انشورنس کے منہوم کو جانے کے بعد اس کی اقسام کو جانا ضروری ہے۔ ویسے تو یہہ کی بہت سی اقسام بیان کی جاتی ہیں، لیکن سب سے جامع تقسیم ڈاکٹر عبد الباسط کی ہے، جو قریباً تمام اقسام کو محیط ہے:

تعاونی یہ۔ (Mutual Insurance)

وہ لوگ جن کے خطرات ایک ہی نوعیت کے ہوتے ہیں، وہ آپس میں مل کر ایک فنڈ بنالیتے ہیں کہ ہم میں سے کسی کو کوئی حادثہ پیش آئے تو اس فنڈ میں موجود رقم سے اس کے نقصان کی تلاشی کر دی جائے گی۔ فنڈ میں رقم ممبران ہی کی ہوتی ہے۔ اگر سال کے اختتام پر ادایکے گئے معاوضات کی رقم جمع شدہ رقم سے بڑھ جائے تو ممبران سے مزید رقم وصول کر لی جاتی ہے اور اگر رقم نئچے جائے تو اپس کر دی جاتی ہے۔

ابتداءً یہے کی اس قسم کا رواج تھا، چنانچہ رومان حکومت میں تجهیز و تکفین کے ادارے قائم تھے، جو کسی فرد کے مر جانے کے بعد اس کی تجهیز و تکفین کے لیے چندہ جمع کرتے تھے۔ ستر ہویں صدی میں مجلس احباب اسی طور پر کام کرتی تھیں، گروہ کا جو فرد یہاں ہو جاتا اور کسی معاش سے معدود رہو جاتا تو اسے مشترکہ فنڈ سے امداد دی جاتی تھی۔ پھر انگلستان میں تاجریوں کی انجمنیں مشترکہ فنڈ کے ذریعے حادثے کا شکار ہونے والوں کی امداد کیا کرتی تھیں۔ فی زمانہ بھی دنیا میں انشورنس کی اس قسم کا رواج ہے، مگر دوسری اقسام کے مقابلے میں اس کا رواج کم ہے۔

⁶ Black's Law Dictionary,) (Black (Henry Campbell black, (U.S.A, West Publishing Company, 1979) Fifth Edition, p.721.

⁷ ظفر، حکیم محمود احمد، میشیت و اقتصاد کا اسلامی تصور، (lahor: اوارہ اسلامیات، ۲۰۰۶ء)، ص ۵۲۲۔

گروپ انسورنس (Group Insurance)

عموماً اس قسم کی انسورنس کا اہتمام کوئی سرکاری یا نیم سرکاری ادارہ کرتا ہے، اس میں ملازمین کی تنخوا ہوں میں سے ایک مخصوص رقم کاٹ کر ایک فنڈ میں جمع کی جاتی ہے۔ اکثر صورتوں میں اس رقم پر سود حاصل کیا جاتا ہے، پھر ملازمت کے اختتام پر یا کسی حادثے کا شکار ہونے پر یا وفات پر ایک معقول رقم اس کے ورثا کو دی جاتی ہے۔

کمرشل انسورنس (Commercial Insurance)

اس قسم میں باقاعدہ بیمه کمپنی قائم کی جاتی ہے، کمپنی بیمه کوہ طور تجارت اختیار کرتی ہے۔ کمپنی کا مقصد یہ ہے کہ رقم کے ذریعے نفع کرنا ہوتا ہے۔ بیمه کرنے والے اپنے مخصوص مقصد کے لیے بیمه کرتے ہیں۔ کمپنی اس سے معاہدہ کرتی ہے اور اسے ایک مخصوص رقم (Premium) ہر ماہ جمع کروانی پڑتی ہے۔ اگر شخص مذکور قسطیں جمع نہ کرو اسکے تو پہلے سے جمع شدہ رقم ضبط ہو جاتی ہے۔ بعض اسکیوں میں اس رقم کا چالیس فیصد واپس مل جاتا ہے۔ بیمے کی اس قسم کا رواج زیادہ ہے، اس کی مختلف اقسام راجح ہیں، خطرات کے خلاف بیمه کرایا جاتا ہے، خطرات کے لحاظ سے بیمے کی مندرجہ ذیل اقسام ہیں:

اشیا کا بیمہ (Goods Insurance)

اس قسم میں بیمه دار جس شے کا بیمہ کرانا چاہتا ہے، اس کے لیے ایک خاص رقم قسط کی صورت میں بیمه کمپنی کو جمع کرتا ہے۔ اگر وہ حادثہ پیش نہ آئے تو جمع شدہ رقم واپس نہیں ملتی اور حادثہ پیش آنے کی صورت میں ایک مخصوص رقم بیمه دار کو واپس مل جاتی ہے۔ اس قسم کے بیمہ کا رواج بھی قدیم ہے۔ رو میوں نے جب فرانس پر حملہ کیا تو انھیں اپنے سامانِ حرب وہاں پہنچانے کی ضرورت تھی، تاجر لوگ بحری قزوں اور سمندری طوفان سے ڈرتے تھے۔ حکومتِ روم انھیں یقین دہانی کرتی تھی کہ اگر ان کا سامان ضائع ہو گیا تو حکومت ان کے سامان کا پورا پورا معاوضہ ادا کرے گی۔ کہا جاتا ہے کہ اسکندریہ کے عرب تاجر بھی بحری راستوں سے سامان بھجوانے والوں کو ایک مخصوص معاوضے کے عوض سفر کے خطرے سے امان کی ضمانت دیا کرتے تھے۔ بعد ازاں اس میں جہاز کے کپتان کی زندگی کا بھی بیمہ ہونے لگا۔

ذمہ داری کا بیمہ (Third Party Insurance)

اس قسم میں کسی ایسی ذمہ داری سے جو مستقبل میں آسکتی ہو، اس سے منٹنے کے لیے بیمه کرایا جاتا ہے۔ مثلاً گاڑی روڈ پر لانے سے اگر کسی شخص کا نقصان ہو گیا تو اس کا ڈرائیور یا گاڑی والے پر مالی تاوان آئے گا۔ اگر اس گاڑی والے نے بیمه کروار کھا ہے تو یہ مالی تاوان بیمه کمپنی ادا کرے گی۔

بیمه حیات (Life Insurance)

بیمه حیات میں بیمه دار سے بیمه کمپنی معاهدہ کرتی ہے کہ اگر ایک مخصوص مدت میں بیمه دار کا انتقال ہو گیا تو مخصوص رقم اُس کے ورثاء کو ملے گی۔ اگر مدت گزر گئی اور انتقال نہ ہوا تو بیمه دار کی طرف سے جمع شدہ رقم جمع سودا پس مل جاتی ہے۔⁸

مانعینِ انشورنس کے دلائل

ہر دور میں پیش آنے والے نو پید مسائل کا حکم جاننے کے لیے ان کے بہت سے پہلوؤں کا واضح کرنا ضروری ہوتا ہے۔ آیا اس مسئلے کی کوئی اصل قرآن و سنت میں موجود ہے یا نہیں؟ اس مسئلے کے عمل میں کوئی شرعی بے قاعدگی تو عمل میں نہیں آتی؟ اس کے کرنے سے لوگوں کو کیا فائدہ پہنچے گا یا نقصان کیا ہو گا؟ شریعت کی اندار پر حرف تو نہیں آئے گا؟ اس جیسے اور بہت سے سوالات، جن کے جواب تلاش کرنا ضروری ہوتا ہے۔ موجودہ نظامِ انشورنس پر اگر ہم غور کریں تو اس میں درج ذیل بہت سی ایسی شرعی قبایلیں ہیں جو اس کے حرام ہونے کا سبب ہیں:

سود اور قمار

علمائی اکثریت کے ہاں سود اور قمار کے باعث انشورنس کی تمام اقسام حرام ہیں۔ مثلاً بیمه زندگی میں قمار تو نہیں، مگر سود ہے، جب کہ دیگر اقسام میں قمار اور سود دونوں شامل ہیں۔ المذکور ہو یا سودا ان میں سے کسی ایک کا وجود بھی انشورنس کے حرام ہونے کے لیے کافی ہے، جب کہ انشورنس کی کوئی قسم بھی ان سے خالی نہیں۔⁹ بعض حضرات نے اس میں مزید اضافہ کیا ہے کہ بیمه کمپنیاں لوگوں کی رقم جمع کر کے آگے سودی کاموں میں لگاتی ہیں اور اس ناجائز کار و بار میں انسان آپ سے حصہ دار بن جاتا ہے۔¹⁰

⁸ ڈاکٹر عبدالباسط، حافظ، مفتی، جدید فقہی مسائل اور فقہائے پاک و ہند کے اجتہادات، (لاہور: شیخ زید اسلامک سنٹر پنجاب یونیورسٹی، ۲۰۱۲ء)، ص ۷۲۳۔

⁹ ٹھانوی، اشرف علی، امداد الفتاوی، (کراچی: مکتبہ دارالعلوم، سان)، ج ۹، ص ۲۳۷؛ گلوبی، محمود حسن، فتاویٰ محمودیہ، (کراچی: جامعہ فاروقیہ، ۲۰۰۵ء)، ج ۱۲، ص ۳۸۷؛ مودودی، سید ابوالا علی، رسائل و مسائل (لاہور: اسلامک پبلی کیشنر، ۲۰۰۰ء)، ج ۳، ص ۲۲۲؛ سنبلی، بربان الدین، موجودہ زمانے کے مسائل کا شرعی حل، (لاہور: الفیصل ناشران، سان)، ص ۱۵۵؛ کیلانی عبد الرحمن، مولانا، تجارت اور لین دین کے احکام و مسائل، (لاہور: مکتبہ السلام، ۱۹۹۶ء)، ص ۱۱۶۔

¹⁰ مودودی، سید ابوالا علی، رسائل و مسائل، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنر، ۲۰۰۰ء)، ج ۳، ص ۲۲۲؛ مدھیانوی، رشید احمد، مفتی، حسن الفتاوی، (کراچی: انج۔ ایم۔ سعید کمپنی، ۱۹۲۵ء)، ج ۷، ص ۲۲۷؛ نور محمد غفاری، ڈاکٹر، موجودہ نظامِ انشورنس اور اسلام کا نظام ہنفی اجتماعی، (کراچی: ادارۃ المعارف، ۱۹۸۰ء)، ص ۱۔

خطر اور عنصر

”خطر“ وہ ہے جس کا ہونا یا نہ ہونا معلوم نہ ہو اور ”غیر“ بھی انجام سے بے خبری کو کہتے ہیں۔ امام ابو بکر الکاسانی لکھتے ہیں:

الغیر ما یکون مستور العاقبة۔¹¹

”جس چیز کی عاقبت مخفی ہو وہ غرر ہے۔“

علاوه ازیں غیر معین واقعہ پر موقف ہونے کو بھی فقہاء خطر سے تعبیر کرتے ہیں۔ اسی کی ایک صورت رقبی، (حافظت پکڑنا) بھی ہے جس سے شریعت نے منع فرمایا ہے۔ رقبی کا مفہوم یہ ہے کہ دو شخص آپس میں یہ وعدہ کریں کہ ایک کہے اگر میں پہلے مر گیا تو میرا یہ مکان تیرے نام، و گرنہ میرے نام ہی رہے گا۔

معنی الرقبی هذا الدار لا خرنا موتا کائے يقول أرقب موتک و تراقب موته، فإن مت قبلك فهی لک، وإن مت قبلي فهی لی، فكان هذا تعليق التملیک ابتداء بالخطر و هو موت المالک المالک قبله وذا باطل۔¹²

رقبی کا مفہوم یہ ہے کہ موت کی صورت میں یہ مکان دوسرے کا ہے۔ گویا وہ اس طرح کہتا ہے: میں تیری موت سے رقبی اختیار کرتا ہوں اور تم میری موت سے، اگر میں تم سے پہلے مر جاؤں تو یہ مکان تمہارا اور اگر تم مجھ سے پہلے مر جاؤں تو یہ مکان میرا ہو گا۔ اس تعلیق تملیک کی ابتداء ہی خطر ہے اور وہ ایک مالک کی دوسرے مالک سے پہلے موت ہے، لہذا یہ ناجائز ہے۔

امام بابری اس کا حکم بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:
والتملیکات لاختتمله لأدائه إلى معنی القمار۔¹³

اور تملیکات کو اس اولکی طرف محدود نہ کیا جائے جس میں قوار کا معنی پایا جائے بیمه کے کاروبار میں غرر اور خطر دونوں پائے جاتے ہیں، مثلاً بیمه شدہ شخص یا شے کا مدت معینہ سے پہلے تلف ہو نا یا مرنے کے باقی رہنا معلوم نہیں ہوتا اور وہ کتنی رقم پائے گا یہ بھی معلوم نہیں ہوتا، یعنی زندہ رہا تو کم اور فوت ہو گیا تو زیادہ۔ موت کا گوقت معین ہے گر اس کی کسی کو خبر نہیں، لہذا جس کاروبار کو زندگی یا موت کے وقت، جو کہ معلوم ہی نہیں، کے ساتھ مشروط کیا جائے وہ جوانہیں تو کیا ہے؟ اور اس میں غرر اور خطر بھی ہیں، لہذا ایسا کاروبار حرام ہے۔

¹¹ ابو بکر الکاسانی، بدائع الصنائع، (بیروت: دارالکتاب العربي، ۱۹۸۲ء)، ج ۳، ص ۲۸۔

¹² سنبلی، بربان الدین، مولانا، انشورنس فقہی نقطہ نظر سے، اسلام اور عصر جدید، (دہلی: جامعہ نگر، ۱۹۷۴ء)، ص ۲۰۔

¹³ بابری، اکمل الدین، محمد، عناية شرح الحداۃ مع فتح القدير، (مصر: مطبعة اميرية، سان)، ج ۱، ص ۱۹۳۔

لا عملی

موجودہ نظام انشورنس کے اندر ایک قباحت یہ ہے کہ بیمه کروانے والا اس بات سے بے خبر ہوتا ہے کہ کمپنی اس کے پیسے کی کہاں اور کس مقصد کے لیے سرمایہ کاری کر رہی ہے اور نہ ہی اسے پوچھنے کا اختیار ہے۔ اس بات کی کوئی خمانت نہیں کہ آیا اس کا دیا ہوا پیسہ جائز اور حلال جگہ پر استعمال ہو رہا ہے یا منوع ذرائع میں، المذا علیٰ کے اس عصر کے باعث یہ کاروبار مشکوک ہو جاتا ہے۔

ستہ بازی اور دھوکہ دہی

موجودہ مروجہ نظام انشورنس میں ستہ بازی اور دھوکہ دہی بھی ہے۔ دھوکہ دہی دونوں اطراف یعنی بیمه دار اور انشورنس کمپنی سے ہوتی ہے۔ بیمه دار ایسا بھی کرتا ہے کہ دھوکہ دے کر اپنی جائیداد کی ملکیت زیادہ ظاہر کر دی اور جب بیمه ہوا تو سود کی رقم، جو اس کی مملوک شے کی مالیت سے زائد تھی، وصول کرنے کے لیے اس شے کو مخفی طریقے سے تلف کر دیا۔¹⁴ ایسا بھی ہوتا ہے کہ جب کسی سرمایہ دار نے کارخانہ میں پڑے روئی کے ذخیرے کا ایک کروڑ روپے میں بیمه کرایا، مگر کاروبار پر زوال آتے دیکھا تو اس ملک و ملت کے دشمن نے روئی کو آگ لگادی اور قوم سے انشورنس کمپنی کی معرفت ایک کروڑ روپیہ وصول کر لیا۔

ورثا کی حق تلفی

خاص بیمه حیات میں یہ قباحت پائی جاتی ہے کہ بیمه کرانے والا جسے نامزد کر گیا ہو، بیمه دار کی وفات کے بعد رقم اُسے ہی ملتی ہے اور شرعاً ورثا میں تقسیم نہیں ہوتی۔¹⁵

فترض کا حکم

بعض قسموں مثلاً حادثات کے بیمه میں رقم واپس نہیں ملتی، یہ رقم کمپنی کے پاس بیمه دار کی قرض ہوتی ہے، جس کا واپس کرنا شرعاً ضروری ہے (مگر کمپنی واپس نہیں کرتی)۔¹⁶

احلaci معناس

بیمه کی وجہ سے بہت سے اخلاقی مفاسد بھی پیدا ہوتے ہیں، مثلاً بیمه حیات کی صورت میں وارثین مورث کے قتل کی

¹⁴ سدیلوی، مولانا اسحاق، سوانحہ مع بیمه زندگی از مولانا منفق محمد شفیع و مولانا ولی حسن، (کراچی: دارالاشاعت، ۱۹۷۲ء)، ص ۳۔

¹⁵ مجلس دعوت و تحقیق، فتاویٰ بینات، اسلام اور بیمه (انشورنس)، (کراچی: مکتبہ بینات، ۲۰۰۶ء)، ج ۲، ص ۱۹۸۔

¹⁶ رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، بدیع فقہی مسائل، (کراچی: زمزم پبلیشورز، ۲۰۰۶ء)، ج ۵، ص ۴۰۔

کوشش کرتے ہیں، حادثات کے بیہدہ کی صورت میں خود ملاک کو آگ لگائی جاتی ہے یا کوئی دو قوم بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔¹⁷

فاسد شرائط

موجودہ انشورنس کے کار و بار کا ایک مفسدہ اُس کی فاسد شرائط ہیں۔ ایسی شرائط جن کا تعلق ”غیر، ” ”خطر، ” اور ”جو، ” سے تھا، ان کا ذکر ہم کرچکے ہیں، لیکن ابھی تک ایک ایسی شرط جسے محسن انسانیت طیلیلہم نے حرام قرار دیا ہے، جسے کوئی بھی منصف مزاج انسان دشمن شرط کہے بغیر نہیں رہ سکتا، یہ ہے کہ ایک متوسط طبقے کا شخص جس نے اپنے لخت جگر کا بیہدہ کرایا تھا، ابھی اُس نے چند اقسام اسی جمع کرائی تھیں کہ اُس کا کار و بار زوال پذیر ہو گیا اور بقیہ اقسام ادا نہیں کر سکا، اب انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ اُس کی پہلی جمع شدہ رقم واپس مل جائے، لیکن انشورنس کمپنی والے ایسا نہیں کرتے، بلکہ اُس کی رقم سوخت کر لیتے ہیں اور دنیا کی کوئی عدالت سے واپس نہیں دلائیں۔ کیا یہ ظلم نہیں ہے؟

ایک دوسری غیر شرعی اور ظالمانہ شرط یہ بھی ہے کہ بیہدہ دار اپنی بیہدہ کی رقم جس وارث کے نام کروائے، وہ اُسی کو ہی ملتی ہے، حالانکہ شریعت کی رو سے کسی مورث کی جائیداد اُس کے شرعی ورثائیں اُن کے شرعی حصہ کے مطابق تقسیم ہونی چاہیے۔ یہ ظلم اور گناہ ہے جو بیہدہ دار کمپنی کے ذریعے اپنے ورثا پر کرتا ہے اور بیہدہ کمپنی اپنی شرائط کی رو سے بیہدہ دار کی اس وصیت یا نامزدگی کے خلاف نہیں کرتی، اس طرح بعض شرعی حقدار اپنا حق وراثت حاصل نہیں کر سکتے۔

خلافِ توکل

بعض علماء گیر مفاسد کے ساتھ ساتھ اس کو خلافِ توکل ہونے کے باعث بھی ناجائز قرار دیتے ہیں، کیونکہ یہ انسان کو دنیاداری کی محبت میں مبتلا کرنے کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ پر بھروسے میں کمی کا سبب بنتا ہے، چنانچہ ڈاکٹر طاہر القادری لکھتے ہیں:

میرے خیال میں بیہدہ زندگی مناسب نہیں ہے، کیونکہ (سب کچھ) اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے، انسان کے لیے اپنی زندگی کا بیہدہ کروانا مناسب نہیں ہے، یہ توکل علی اللہ کے منافی ہے۔¹⁸

الغرض مندرجہ بالا مفاسد کی روشنی میں یہ امر روز روشن کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اسلام کے معتدل نظام معیشت، جس کی بنیاد اخوت و ہمدردی اور عام رفاهیت اور خوش حالی پر رکھی گئی ہے، میں موجودہ نظام انشورنس کے لیے کوئی جگہ نہیں، کیونکہ یہ نظام سود، قمار، دھوکہ دہی، خطر اور غریر پر اپنی طرح ڈالتا ہے۔ کوئی محقق موجودہ نظام انشورنس کو ان مفاسد سے غالی اور مبرانہ نہیں جانتا، گویا موجودہ نظام انشورنس سب کے ہاں کسی نہ کسی صورت میں ناجائز اور حرام ہے۔

¹⁷ صدیقی، ڈاکٹر نجات اللہ، انشورنس اسلامی معیشت میں، (لاہور: اسلامک پبلی کیشنز، ۱۹۸۲ء)، ص ۵۰۔

¹⁸ قادری، ڈاکٹر محمد طاہر، عصر حاضر کے جدید مسائل اور ڈاکٹر محمد طاہر القادری، (کراچی: ادارہ منہاج القرآن، ۲۰۱۵ء)، ص ۲۹۔

‘رفع حرج’ کے اصول کے تحت انتشار نس کو حبائز فتوار دینے والے علمائی آراء انشورنس کے حرمت پر کسی کا اختلاف نہیں، کیونکہ ہر محقق، عالم دین اور مفتی کسی نہ کسی مفسد کے باعث انشورنس کی حرمت کا قائل ہے۔ المذاہل میں جن علمائی آرائیش کی جاری ہیں، ان سے یہ تصور ہے، ہن میں نہیں ابھرنا چاہیے کہ انشورنس جائز اور حلال ہے۔ انہوں نے فقط ‘رفع حرج’ کے اطلاق میں ضرورت و حاجت کے پیش نظر جائز قرار دیا ہے۔

مجلس تحقیقات شریعہ لکھنؤی رائے

مجلس تحقیقات شریعہ نے اپنے اجتماع مورخہ ۱۵-۱۶ ستمبر ۱۹۶۵ء میں انشورنس کے مسئلے پر علمائے کرام کے اُن جوابات کی روشنی میں غور کیا جو مجلس کے سوالنامے کے پیش نظر ان حضرات نے تحریر کیے تھے۔ اس غور و حوض کے بعد مجلس جس نتیجہ پر پہنچی تھی، اُن میں سے ایک رائے درج ذیل ہے:

مجلس یہ رائے رکھتی ہے کہ اگرچہ انشورنس کی سب شکلوں کے لیے ‘ربو و قمار’ سودا اور جواز ہے اور ایک کلمہ گو کے لیے ہر حال میں اصول پر قائم رہنا ہی واجب ہے، لیکن جان و مال کے تحفظ و بقا کا جو مقام شریعت اسلامیہ میں ہے، مجلس اُسے بھی وزن دیتی ہے۔ نیز مجلس صورت حال سے بھی صرف نظر نہیں کر سکتی کہ موجودہ دور میں نہ صرف ملکی بلکہ بین الاقوامی ریاستوں سے انشورنس انسانی زندگی میں اس طرح دخیل ہو گیا ہے کہ اس کے بغیر اجتماعی اور کار و باری زندگی میں طرح طرح کی دشواریاں پیش آتی ہیں اور جان و مال کے تحفظ کے لیے بھی بعض حالات میں اس سے مفرمکن نہیں ہو سکتا۔ اس لیے ضرورت شدیدہ کے پیش نظر اگر کوئی شخص اپنی زندگی یا اپنے مال یا اپنی جانیداد کا بیہمہ کرائے تو نہ کوہ بالا ائمہ کرام کے قول کی بنابر ثرعاؤس کی گنجائش ہے۔¹⁹

جمعیتِ اسلامیہ - حبامعہ ازہر کی فتوار داد

جامعہ ازہر کے ادارے مجمع البحوث الاسلامیہ نے اپنی دوسری کانفرنس (قاهرہ: ۱۹۶۵ء) میں یہی کے موضوع پر

بحث کی اور درج ذیل قرارداد پیش کی:

- ۱۔ تعاون باہمی پر مبنی یہی کا کار و بار کرنے والے ادارے، جن میں تمام پالیسی ہولڈرز، مدد کے محتاج ارکان کی اعانت میں شریک ہوتے ہوں، ایک جائز کام ہے اور یہی کے کام میں تعاون کے متواتر ہے۔
- ۲۔ حکومت کی طرف سے جاری کردہ پیش کا نظام، بعض ممالک میں جاری سو شل سیکیورٹی کا نظام اور بعض دوسرے

¹⁹ قاسمی، مجاهد الاسلام، جدید فقہی مباحث، (کراچی: ادارۃ الفرقۃ آن والعلوم الاسلامیہ، ۷۰۰ء)، ج ۲، ص ۲۰۰؛ تقی امینی، مولانا، اسلام اور جدید دور کے مسائل، (کراچی: قدیمی کتب خانہ، سان)، ج ۱، ص ۲۱۹۔

ملکوں میں جاری سو شل انشورنس کا نظام جائز کام ہیں۔

۳۔ یہی کے کاروبار کی وہ صورتیں جن میں تجارتی کمپنیاں کام کرتی ہیں، ان کے بارے میں مزید تحقیق کی ضرورت ہے۔ اس مقصد کے لیے علوم شرعیہ اور اقتصادیات کے ماہرین کی کمیٹی تشکیل دی جائے، جو اس تحقیقی کام کو سرانجام دے۔²⁰

سعودی عرب کے کبار علماء کو نسل کی فتارداد

سعودی عرب کے کبار علماء کو نسل نے اپنے دسویں اجلاس میں جو ۳ ربیع الثانی ۱۴۳۹ھ / ۷۔۱۹۷۸ء کوریاض میں منعقد ہوا، یہی کے مسئلہ پر غور کیا۔ تفصیلی گفتگو اور اس موضوع پر دستیاب مواد کو دیکھنے کے بعد علماء کو نسل اس نتیجہ پر پہنچی کہ تجارتی یہیہ اپنی موجودہ شکل میں حرام ہے۔ کو نسل نے یہ رائے بھی دی کہ تعاویٰ یہیہ جائز ہے اور وہ تجارتی یہیے کا بدال بن سکتا ہے۔ تعاویٰ یہیے کے جواز کے درج ذیل دلائل دیے گئے:

۱۔ تعاویٰ یہیہ عقود تبرع میں سے ہے، جس کا مقصد مصیبتوں کو دور کرنے میں باہمی امداد اور کسی حادثے کے وقت ذمہ داری قبول کرنے میں باہم مشارکت ہے۔ اس میں شرکت کا مقصد نفع کمانا نہیں، بلکہ ایک دوسرے کی مدد کرنا ہوتا ہے۔

۲۔ تعاویٰ یہیہ ربوکی دونوں شکلکوں، یعنی 'ربو النسیۃ' اور 'ربو الفضل' دونوں سے خالی ہوتا ہے، اس لیے شرکا کا باہمی معابدہ ربو پر مشتمل نہیں ہوتا اور نہ ہی جمع شدہ رقم کسی سودی سرمایہ کاری میں لگائی جاتی ہے۔

۳۔ تعاویٰ یہیے میں شرکا کی ملنے والی رقم کے بارے میں لاعلمی معابدے کو خراب نہیں کرتی، کیوں کہ یہ تبرع پر مبنی معابدہ ہے، لہذا اس میں غریر یا قمار نہیں پائے جاتے، جب کہ تجارتی یہیہ عقود معاوضات میں سے ہے، اس لیے یہ چیزیں معابدے کو باطل کر دیتی ہیں۔

۴۔ تعاویٰ یہیے میں شرکا کی نمائندہ کمیٹی کو جمع شدہ رقم کی بڑھوٹری کے لیے اس کی سرمایہ کاری کرنا چاہیے۔ یہ خدمت رضاکارانہ طور پر بھی سرانجام دی جاسکتی ہے اور کسی متعین اجرت کے عوض بھی۔²¹

²⁰ الاقتصاد الاسلامي، بحوث مختارة من المؤتمر العالمي الاول للاقتصاد الاسلامي، المركز العالمي للاقتصاد الاسلامي، (جده: جامعة الملك عبدالعزيز، ۱۹۸۰ء)، ص ۵۵۳۔

²¹ قاسمی، مجاهد الاسلام، مجلة فقه اسلامی، (دوہلی: اسلامی فقة اکیڈمی، ۱۹۹۱ء)، ص ۵۲۲۔

ڈاکٹر مصطفیٰ احمد الزرفت

ڈاکٹر مصطفیٰ احمد الزرفت نے یہے کہ کاروبار کا تعارف پیش کرتے ہوئے اسے شرعاً جائز قرار دیا اور اسے تعاون و تضامن کی پسندیدہ صورت بتایا۔ ڈاکٹر مصطفیٰ احمد الزرفت نے مجلس کے دیگر کان کی رائے سے اتفاق نہیں کیا اور اپنا تلافی نوٹ تحریر کیا۔ ان کے نکات درج ذیل ہیں:

تجارتی بیمه جسے حرام قرار دیا گیا ہے اور تعاوینی یہے میں کوئی جوہری فرق نہیں ہے۔ یہے کی اول الذکر قسم بھی نقصانات کی صورت میں اپنے شر کا کو تحفظ فراہم کرنے کے لیے منظم کی جاتی ہے اور یہ مقصد شرعاً جائز ہے۔ یہے کے بارے میں جور با، غر اور تمار کی موجودگی کا اعتراض کیا جاتا ہے، ان سب کا جواب میری کتاب ”عقد التأمين و موقف الشريعة الإسلامية منه“ میں تفصیلاً دیا گیا ہے، جیسا کہ میں نے اجلاس کے دوران میں وضاحت کی تھی کہ یہے کا نظام خطرات کو چند افراد کے بجائے ایک بڑی تعداد پر پھیلانے میں کام کرتا ہے، اور جب ایسے افراد کی تعداد ہزاروں میں ہو جاتی ہے تو پھر کام کو درست انداز میں چلانے کے لیے ماہرین پر مشتمل ایک ٹیم کی ضرورت ہوتی ہے، عمارتوں کی بھی ضرورت پڑتی ہے، ملازمین کی تنخواہیں بھی دینا پڑتی ہیں اور دوسرے کئی اخراجات پورے کرنا ہوتے ہیں، اس لیے بیمه کمپنی جو کچھ لوگوں سے وصول کرتی ہے، وہ لازماً اس سے زیادہ رکھنا پڑتا ہے جو وہ نقصان کی صورت میں تلافی کی مدد میں دیتی ہے۔

میں اس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ مجلس کے ایسے اجلاس میں، جس میں ممبران کی نصف تعداد شریک ہوئی ہے، اتنے اہم موضوع پر کوئی قرارداد طے نہیں کر لیا جائیے، کیونکہ یہ آج کے دور میں سب کی ناگزیر ضرورت بن چکا ہے۔ اس اہم موضوع پر کوئی قرارداد منظور کرنے سے پہلے بہتر ہے کہ اجلاس میں تمام ممبران کی حاضری کو یقینی بنایا جائے اور عالم اسلام کے نامور علماء بھی رائے لی جائے اور اس کی روشنی میں لوگوں کی سہولت کو مد نظر رکھتے ہوئے کوئی فیصلہ کیا جائے۔²²

امام احمد رضا حسان بریلوی کی رائے:

ایک مرتبہ اعلیٰ حضرت سے حکومت کی طرف سے کیے جانے والے یہے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب گہا:

جب کہ یہ بیمه صرف گورنمنٹ کرتی ہے اور اس میں اپنے نقصان کی کوئی صورت نہیں تو جائز ہے، کوئی حرج نہیں،

²² الزرفت، مصطفیٰ احمد، الدکتور، نظام التأمين، موقعہ فی المیدان الإقتصادی و موقف الشريعة منه، (کلمہ کلمہ: اسلامی اقتصادیات کی پہلی میں الاقوامی کانفرنس، ۱۹۷۶ء)، ص ۷۷۔

مگر شرط یہ ہے کہ اس کے سبب، اس کے ذمہ، کسی خلاف شرع احتیاط کی پابندی عائد نہ ہوتی ہو، جیسے روزوں یا جگ کی ممانعت۔²³

امام احمد رضا خاں نے انشورنس کے نظام کو مشروط طور پر جائز قرار دیا ہے۔ اُن کی عبارت میں اگرچہ ضرورت و حاجت کا عنصر ذکر نہیں کیا گیا، لیکن اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ وہ خلاف شرع کسی شرط کا سبب نہ بنے اور یقیناً وہ بنتا ہے، جس کو مذکورہ بالاعلانے واضح کر دیا ہے کہ اس میں بہت سی ایسی شرائط موجود ہوتی ہیں جو شرعی اصول و قواعد کے منافی ہیں۔

مولانا محمد صدر الحسن ندوی

جان و مال کا جو خطہ مسلمانوں کو درپیش ہے وہ فقہی ضرورت کے ضمن میں آتا ہے، اس لیے موجودہ حالات میں مسلمانوں کو انشورنس کی اجازت دی جانی چاہیے تاکہ وہ انشورنس کے ذریعے اپنی جان و مال کی حفاظت کر سکیں۔²⁴
ایک اور مقام پر تحریر کرتے ہیں:

اگر کوئی شخص اپنے مقام پر اور ایسے ماحول میں ہو کہ بغیر بیسہ کرانے جان و مال کی حفاظت ہی ممکن نہ ہو سکتی ہو یا قانونی مجبوری ہو تو بیسہ کرانا نادرست ہے۔²⁵

مولانا عتیق احمد فاسی

کسی مسلمان کا مالی اور مادی منفعت کی خاطر جان و مال کا انشورنس قطعاً جائز نہیں، لیکن جان و مال کے تحفظ کی خاطر دونوں قسم کا بیسہ کرایا جا سکتا ہے۔²⁶

مولانا عبد اللہ اسعدی

مجبوری کے حالات میں زندگی یا مالاک وغیرہ کا بیسہ کرانا جائز ہے۔²⁷

مولانا حافظ الدین سیف اللہ رحمانی

اسی طرح حاجت کی بنابر 'ضمانت درک'، وغیرہ کی گنجائش سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ ہندوستانی مسلمان اپنے جان و

23 علیٰ حضرت، احمد رضا خاں قادری، فتاویٰ رضویہ، (لاہور: جامعہ نظامیہ رضویہ، ۱۹۰۰ء)، ج ۲۳، ص ۶۰۱۔

24 ندوی، محمد صدر الحسن، مولانا، سوالات کے جوابات، مشمولہ جدید فقہی مباحث، ج ۲، ص ۱۸۳۔

25 ندوی، سوالات کے جوابات، مشمولہ جدید فقہی مباحث، ج ۲، ص ۱۸۳۔

26 قاسمی، عتیق احمد، مولانا، سوالات کے جوابات، مشمولہ جدید فقہی مباحث، ج ۲، ص ۱۹۰۔

27 اسعدی، عبد اللہ، مولانا، سوالات کے جوابات، مشمولہ جدید فقہی مباحث، ج ۲، ص ۱۹۷۔

مال اور تجارت و صنعت وغیرہ کے سلسلہ میں جس ضرر شدید سے دوچار ہیں، وہ مذکورہ حاجتوں سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس لیے اجتماعی حاجت کی بنابر ہندوستان کے موجودہ حالات میں جان و مال اور تجارت و صنعت کا انشورنس جائز ہے۔²⁸

خماں درک سے مراد ہے کہ خریدار بینچے والے سے سامان لینے کے علاوہ مزید ضمانت حاصل کرے کہ اگر اس سامان کا کوئی حقدار نکل آئے تو وہ اس سامان کی قیمت وصول کرے گا۔

مولانا زبیر احمد فتاویٰ

جہاں تک میں نے غور کیا تو ہمیں اولاد ہی مسئلہ اضطرار مقیس علیہ بننے کے لاائق نظر آیا، کیوں کہ ہم دیکھتے ہیں کہ جس طرح ایک مضطرب کو اپنی جان کی ہلاکت کا ظن غالب ہو جاتا ہے اور اس کی حفاظت کا بظاہر اسباب اکلی میتے کے سوا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں رہتا۔ تو جان بچانے کی حد تک شریعت اسے اکل حرام کی اجازت دے دیتی ہے۔ تقریباً یہی صورت حال آج ہر مسلمان کے سامنے ہے۔ یعنی ہر آن مسلسل فسادات کے سبب جان و مال کی ہلاکت و بر بادی کا ظن غالب ہے اور ایسے موقع پر اپنی جان و املاک کی حفاظت کا بظاہر کوئی ذریعہ و سامان انشورنس کے سوا ان کی قدرت میں نہیں۔۔۔ اس لیے در حقیقت انشورنس آج وقت کی ایک ناگزیر ضرورت بن گئی ہے۔ اس کی اجازت مخصوص شرطوں کے ساتھ ضرور دینی چاہیے۔²⁹

مفتي سعيد احمد

عصر حاضر میں وسائلِ راحت کی غیر معمولی فراوانی سے خطرات میں بھی غیر معمولی اضافہ ہو گیا ہے۔ آج ہر چیز محلِ خطر میں ہے۔ ہر شخص کسی بھی وقت کسی بڑے حادثے سے دوچار ہو سکتا ہے۔ اس لیے عصر حاضر میں تائین (بیمه) کی اہمیت بہت زیادہ بڑھ گئی ہے۔ آج غیر ترقی یافتہ تمدن میں اگرچہ یہ بات ممکن ہے کہ ایک شخص انشورنس سے دامن بچاتے ہوئے پوری زندگی گزار دے، مگر ترقی یافتہ ممالک کی صورت حال بالکل مختلف ہے، وہاں قدم قدم پر بیمه پالیسی لینے پر مجبور ہوتا ہے۔ بینک کا حال بناک جیسا ہو گا، بناک بھی عصر حاضر کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔³⁰

²⁸ رحمانی، خالد سیف اللہ، مولانا، سوالات کے جوابات، مشمولہ جدید فقہی مباحث، ج ۳، ص ۱۹۸۔

²⁹ قاسمی، زبیر احمد، مولانا، سوالات کے جوابات، مشمولہ جدید فقہی مباحث، ج ۳، ص ۲۰۲۔

³⁰ سعید احمد، مفتی، سوالات کے جوابات، مشمولہ جدید فقہی مباحث، ج ۳، ص ۲۱۳۔

مفتی محمود صاحب

بیہہ میں سو بھی ہے اور جو ابھی، یہ دونوں چیزیں شرعاً ممنوع ہیں، لیکن اگر کوئی شخص ایسے مقام پر اور ایسے ماحول میں ہو کہ بغیر بیہہ کرائے جان و مال کی حفاظت ہی نہ ہو سکتی ہو یا قانونی مجبوری ہو تو بیہہ کرانا درست ہے۔³¹

مفتی نظام الدین

آپ نے بھی مجبوری کی حالت میں انشورنس کے جواز کا فتویٰ دیا ہے، لکھتے ہیں:

اس لیے لائف انشورنس کو جائز نہیں کیا جاسکتا، البتہ شدید مجبوری کی بات دوسرا ہے۔ مثلاً قانوناً لازم ہو جائے یا مثلاً کسی مقام کے حالات ایسے خراب ہو جائیں کہ بغیر انشورنس کے جان و مال کی حفاظت مشکل ہو جائے یا مثلاً ملازمت نہ ملے یا ملازمت برقرار و بحال نہ رہے اور بغیر ملازمت کے گزارہ مشکل ہو یا معاشرہ قائم نہ رہے تو بوج مجبوری، محض مجبوری کے بہ قدر گنجائش نکل سکتی ہے۔³²

مولانا محمد جنید عالم ندوی فتاویٰ

بہ ہر حال مجبوری کی حالت میں ضروراً انشورنس کے جواز کی گنجائش نکلتی ہے، لیکن یہ اجازت انفرادی ہو گی، اور بتلیٰ ہے، علماء کے مشورہ سے یہ طریقہ اختیار کر سکتا ہے۔³³

مفتی حافظ عبدالباسط حنان

مفتی صاحب نے اضطرار کی کیفیات میں سے ہندوستان کا اقلیتی مسلمان ہونا بھی شمار کیا ہے، المذاہندوستان کے مسلمانوں کے لیے مفتی صاحب موجودہ نظام انشورنس سے استفادہ کے قائل ہیں:

واضح ہوتا ہے کہ ہندوستانی مسلمان کو اس معاملے میں اضطراری حالات در پیش ہیں، انشورنس کی اجازت میں کوئی قباحت نہیں۔³⁴

مفتی عبدالقیوم حناہ ہزاروی کا موقف

مفتی عبدالقیوم ہزاروی بیہہ کے حوالے سے منہاج الفتاویٰ میں لکھتے ہیں:

³¹ مفتی محمود، فتاویٰ محمودیہ، ج ۳، ص ۲۳۰۔

³² نظام الدین، نظام الفتاویٰ، ج ۲، ص ۲۱۵۔

³³ قاسمی، جنید عالم ندوی، سوالات کے جوابات، جدید فقہی مباحث، ج ۳، ص ۲۱۹۔

³⁴ ڈاکٹر عبدالباسط، حافظ، مفتی، جدید فقہی مسائل اور فقہائے پاک و ہند کے اجتہادات، ص ۳۱۲۔

بیمه اور انشورنس جان و زندگی کا ہو یا جائیداً اکار و بار کا، چوں کہ براہ راست اس میں سود، جواو غیرہ نہیں اور یہ بہ ہولڈر، کمپنی سے کوئی ایسا معاهدہ نہیں کرتا جس میں کوئی غیر شرعی صورت پیدا ہو، پس ہمارے نزدیک یہ کار و بار اصلاً مفید اور شرعاً جائز ہے۔ رہ گیا یہ معاملہ کہ یہ کمپنیاں Premier کی رقوم کو کہاں انوٹ کرتی ہیں؟ تو ظاہر ہے کہ یہ انوٹمنٹ، زراعت، تجارت، صنعت وغیرہ جائز منصوبوں میں شرعی اصولوں کے مطابق بھی ہو سکتی ہے اور سود، جواو فاشی کے شعبوں میں بھی، جو حرام ہے۔ اب جائز و ناجائز کا فرق کرنا متعلقہ کمپنیوں پر ہے۔

بیمه زندگی اصولی طور پر نہایت مفید سیکھیم ہے، جس سے کوئی شہری اپنا اور اپنے بچوں کا معاشری مستقبل محفوظ کر سکتا ہے۔ بس اتنی حد تک درست ہے۔ اسی پہلو کو مد نظر رکھتے ہوئے عام علمائے کرام نے اسے جائز قرار دیا ہے، حتیٰ کہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان بریلوی بھی اسے جائز قرار دیتے ہیں، المذاہم بھی اسے جائز قرار دیتے ہیں۔

بیمه کے جواز کے حوالے سے مفتی عبدالقیوم ہزاروی مزید لکھتے ہیں:

- ۱۔ اس طرح انسان کی دولت بھی محفوظ رہتی ہے اور اس میں اضافہ بھی ہوتا ہے۔
- ۲۔ دنیا حادث کی آماجگاہ ہے، حادث کی صورت میں نقصان کی تلافی ہو سکتی ہے۔
- ۳۔ غریب آدمی کے لیے تمام حالات میں رقم پس انداز کرنا مشکل ہوتا ہے۔ بیمه پالیسی کی صورت میں تھوڑی تھوڑی جمع شدہ رقم تیکیوں اور بیواؤں کا سہارا بنتی ہے اور مشکل وقت میں ان کے کام آتی ہے۔
- ۴۔ یہ خادم انسانیت نظام ہے، جس کا مقصد غریبوں اور محتاجوں کی اعانت ہے۔
- ۵۔ شریعت اسلامیہ اجتماعی زندگی میں تعان و تکافل پر بہت زور دیتی ہے، المذاہمہ تعادن و تکافل کی ایک قانونی اور منظم شکل ہے۔³⁵

مولانا انیس الرحمن قادری

جہاں جان و مال کی ہلاکت کا خطرہ غالب ہو اور انشورنس کرائینے کی صورت میں اس خطرے کے ٹلنے یا ہلاکت کے بعد ہونے والے نقصانات کی تلافی ہو جانے کا امکان بھی غالب ہو تو ایسے حالات میں ضرورت کی بنا پر جان و مال کا بیمه کرایا جاسکتا ہے، ورنہ نہیں، لیکن یہ اجازت انفرادی ہو گی اور مبتلى بہ، علماء کے مشورہ سے یہ طریقہ اختیار کر سکتا ہے۔³⁶

³⁵ ہزاروی، عبدالقیوم خال، مفتی، منحاج القناؤی، (لاہور: منہاج القرآن پبلی کیشنز، ۲۰۰۱ء)، ج ۳، ص ۷۲۔

³⁶ قاسمی، انیس الرحمن، مولانا، سوالات کے جوابات، مشمولہ جدید فقہی مباحث، ج ۳، ص ۲۲۵۔

مولانا مفتی اسماعیل

جو شخص ایسے مقام پر رہتا ہو اور اُس کی الامکانیے مقام پر ہوں کہ جہاں فساد ہوتا رہتا ہو یا آئندہ ہونے کا خطرہ قوی ہے اور فساد کی وجہ سے جان و مال کے ضائع ہونے کا بیمه لینے سے جان و مال کی حفاظت کا غالب گمان ہے، تو ایسے مقام میں رہنے والے شخص کے لیے جان و مال کا بیمه لینا بدرجہ مجبوری جائز ہے۔³⁷

مولانا تقی امینی صاحب

بیمه کی تین اقسام ہیں: ۱۔ بحری بیمه، ۲۔ آگ کا بیمه، ۳۔ حادثائی بیمه، یہ تینوں اقسام عام ضرورت کے تحت جائز ہیں، کیونکہ بحری بیمه کے بغیر مال لانے اور لے جانے کی کوئی صورت ممکن نہیں اور اسی طرح آگ کا بیمه، نیز حادثائی بیمه کے بغیر تلافی نہصان ممکن نہیں، البتہ جن اقسام کا تعلق ضرورت سے نہیں وہ ناجائز ہیں۔ اسی طرح بیمه زندگی کی بھی تین اقسام بیان کی گئی ہیں: ۱۔ سالیانہ بیمه، ۲۔ لائف انشورنس پالیسی، ۳۔ مسئولیاتی بیمه۔ یہ تینوں بھی عام ضرورت کے تحت جائز ہیں، کیونکہ حادثات و خطرات میں مالی کفالت کا کوئی بندوبست نہیں ہے۔³⁸

ماسبق مذکور آراء کا خلاصہ یہ ہے کہ انشورنس کی تمام تر اقسام شرعاً مقرر اور سودی کار و بار کا حصہ ہونے کے سبب ناجائز ہیں، لیکن حالات کی موجودہ سنگینیوں اور امت مسلمہ کی موجودہ مالی حالت اور ضروریات کو دیکھ کر شخصی طور پر انشورنس جائز ہے اور جس عالم دین نے انشورنس کی جس قسم کو ضرورت و حاجت کے دائرے میں آتے دیکھا ہے جائز قرار دیا۔ کسی نے مطلقاً ضرورت کے پیش نظر اس کو جائز قرار دیا ہے اور کسی نے مشروط طور پر۔ جو سرے سے انشورنس کے ممانعت کے قائل ہیں، وہ بھی کسی نہ کسی ضرورت کا لحاظ رکھے بغیر نہیں رہے۔ مثلاً ذکر عبد الباسط انشورنس کے ناجائز ہونے کے قائل ہیں، لیکن اس کے ساتھ ان کے ہاں بھی نقل حمل کا بیمه جائز ہے۔³⁹ سوال یہ ہے کہ اگر دوسری انشورنس میں سود ہے تو کیا یہ ان خرایوں سے خالی ہے؟ یقیناً نہیں، تو پھر ضرورت و حاجت ہی وہ واحد عذر ہے جس کے تحت اسے جائز قرار دیا گیا ہے۔

خلاصہ بحث

مذکورہ تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر انشورنس کی بحث کو تین حصوں میں تقسیم کر لیا جائے تو سمجھنا آسان ہو جائے گا:

۱۔ انشورنس کا تصور اور اسلام، ۲۔ مروجہ یا موجودہ نظام انشورنس کا حکم، ۳۔ رفع حرج، کے اصول کا اطلاق

³⁷ مفتی اسماعیل، مشولہ جدید فقہی مباحث، ج ۳، ص ۲۲۲۔

³⁸ امینی، محمد تقی، اسلام اور جدید دور کے مسائل، ص ۲۱۳۔

³⁹ ذکر عبد الباسط، جدید فقہی مسائل اور فقہاء پاک و ہند کے اجتہادات، ص ۳۱۲۔

انتشار نس کا تصور اسلام کے منافی نہیں

انتشار نس کے بارے میں جاننے سے پہلے یہ ذہن میں رکھنا ضروری ہے کہ خطرات اور ممکنہ نقصانات سے بچنے کی کوشش کرنا اور تدبیریں اختیار کرنا ہر ذی روح کی فطرت میں ودیعت کیا گیا ہے۔ انسان ذی عقل ہونے کے باعث اس معاملے میں دیگر مخلوقات سے نمایاں ہے۔ زندگی کے آغاز سے ہی انسان نے خطرات اور تکالیف کا مقابلہ کرنے کے لیے نئے سے نئے طریقے وضع کرنا شروع کر دیے اور وقت کے ساتھ ساتھ ان میں بہتری لائی جاتی رہی، مثلاً موسم کی سختیوں اور ایزار سال چیزوں سے بچاؤ کے لیے پہلے غاروں میں رہائش اختیار کی گئی، پھر کچھ مکان اور اب پختہ مکانوں کا دور ہے، جن میں ہر طرح کی ممکنہ سختیوں کا بہتر حل ممکن ہوتا ہے۔ قدیم زمانوں سے ہی انسان نے مل جل کر رہنا اور مشترکہ طور پر خطرات کا مقابلہ کرنا سیکھ لیا تھا۔ جسمانی نقصانات سے بچاؤ کے بعد مالی نقصانات کو بھی مل جل کر برداشت کرنے کے طریقے سوچے گئے، مثلاً سمندری تجارت کرنے والوں نے کسی ایک چیز یا چند افراد کو مالی تباہی سے بچانے کے لیے یہ طریقہ نکالا کہ ہر شخص اپنا سامان کسی ایک کشتی پر رکھنے کے بجائے اسے مختلف کشتیوں پر تقسیم کر دے، تاکہ اگر ایک یا چند کشتیاں حادثات کا شکار ہو جائیں تو کسی ایک فرد کو مکمل تباہی کا سامنا نہ کرنا پڑے اور ہر فرد نقصان کا ایک معمولی حصہ برداشت کرے۔ پھر یہ طریقہ مزید مراعل سے گزرتا ہوا بھری یئے کی شکل اختیار کر گیا، جس میں تاجر ووں نے کچھ رقم اس مقصد سے باہم اکٹھا کرنا شروع کر دی کہ اگر ان میں سے کسی کا سامان دورانِ سفر ضائع ہو جائے تو اس جمع شدہ رقم سے اُس نقصان کا ازالہ کر دیا جائے۔ اس طریقہ کار میں مزید تبدیلی اس طرح آئی کہ بھری جہاز کے مالکان نے سامان پہنچانے کے کرائے کے علاوہ تاجر ووں سے ایک رقم اس معابدے کے تحت وصول کرنا شروع کر دی کہ اگر دورانِ سفر نقصان پہنچا تو وہ اس نقصان کو پورا کرنے کے پابند ہوں گے۔ اس طریقہ کار کو انتشار نس کا نام دیا جاتا ہے۔⁴⁰

اگر دیکھا جائے تو انتشار نس تکافل کی دوسری صورت ہے۔ اسلام میں ایک دوسرے سے تعاون اور دادرسی کی رو سے یہہ جائز ہے، تعاون کے اعتبار سے انتشار نس کا تصور اسلام کے منافی نہیں۔ اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

وَتَعَاوُنُوا عَلَى الْبِرِّ وَالثَّقَوْيِ⁴¹

اور نیکی و تقویٰ کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کرو۔

⁴⁰ منصوري، محمد طاہر، اجتماعی اجتہاد (بیہقی اداروں کی آرائی روشنی میں)، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، بین الاقوای اسلامی یونیورسٹی،

۲۰۰۷ء)، ص ۲۲۲۔

⁴¹ المائدۃ ۲: ۵۴

اب مصیبت اور پریشانی میں جب کوئی ظاہری سہارا بھی موجودہ ہو، کسی کے کام آنے سے بڑھ کر کون سی نیکی ہو سکتی ہے۔

پھر حضور ﷺ کا فرمان ہے:

مَنْ كَانَ فِي حَاجَةٍ أَخِيهُ كَانَ اللَّهُ فِي حَاجَتِهِ، وَمَنْ فَرَّجَ عَنْ مُسْلِمٍ كُفْرَهُ فَرَّجَ اللَّهُ عَنْهُ إِنَّمَا كُفْرَهُ مِنْ كُفْرٍ
يَوْمَ الْقِيَامَةِ⁴²

جب تک کوئی اپنے بھائی کی حاجت روائی میں لگا رہتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حاجت روائی میں لگا رہتا ہے۔ اور جو کوئی مسلمان سے ایک تنگی کو دور کرتا ہے، کل قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس سے تنگی کو دور کرے گا۔

المذاہ اسلامی روح کے خلاف نہیں کہ لوگ مل کر ایک مد میں پیسے جمع کرتے ہیں اور چاہے جمع شدہ رقم کو جائز کار و بار میں لگائیں اور حاصل ہونے والے نفع میں سے مخصوص حصہ پیش آمدہ آفات کے تناظر میں متاثرہ افراد کی دادرسی کے لیے محفوظ کر لیا جائے۔

موجودہ نظام انشورنس کا حکم

تعاون کے اس پہلو کے ساتھ ساتھ یہ بات بھی واضح ہے کہ موجودہ انشورنس سودی نظام کا تانا بانا ہے۔ یہ کسی طور پر بھی سود اور قمار سے خالی نہیں، یہی وجہ ہے کہ موجودہ انشورنس کی حرمت پر کسی کا اختلاف نہیں، اگرچہ اسباب مختلف ہیں، کسی نے سود اور قمار کی وجہ سے تو کسی نے غیر شرعی اور مفسد شرائط کی وجہ سے، کسی نے علمی اور غرر کی وجہ سے تو کسی نے خلاف توکل ہونے کی وجہ سے اسے ناجائز قرار دیا ہے اور یہی بات برق، مصدقہ تحقیق پر صادق آتی ہے۔

رفع حرج کے اصول کا اطلاق

علماء کے مابین اگر اختلاف ہے تو موجودہ حالات میں انشورنس سے استفادہ میں ہے کہ آیا ان حالات میں انشورنس سے استفادہ کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ جہاں علمائی کثیر تعداد اسے خلاف توکل اور سودی کار و بار کا حصہ ہونے کے تحت استفادہ کے حق میں نہیں، وہاں علمائی ایک کثیر جماعت موجودہ ملکی اور میں الا توانی حالات کے تناظر میں ضرورۃ رفع حرج، کے اصول کے اطلاق کے لیے شخصی طور پر یہ سے استفادہ کی قائل ہے، جیسا کہ علمائی ماسبق میں مذکور عبارات سے ہر چیز واضح ہو رہی ہے۔ ساتھ کچھ علمائی سے بھی ہیں جو ضرورت و حاجت اور عصر حاضر کے حالات پیش نظر اس کی حلت کے قائل نہیں۔ مثلاً اکثر عبد الباسط اپنے مقالے میں انشورنس کے مجوزین اور مخالفین کے دلائل کو بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں:

⁴² اقشیری، ابو الحسین مسلم بن حجاج بن مسلم، صحیح مسلم، (بیروت: دار الجبل)، باب تحریم اظلم، حدیث رقم، ۶۷۳۔

مؤلف کا خیال ہے کہ مجوزین بیسہ کے دلائل غلط ہیں، ان کے قیاسات واضح طور پر باطل ہیں، اس لیے بیسہ کی تمام اقسام مانعین کے دلائل کی روشنی میں غلط ٹھہر تی ہیں۔⁴³

لیکن میں مفتی صاحب سے اختلاف کرتا ہوں کہ اصلاً تو کوئی بھی ان وجوہات کو کسی نہ کسی صورت میں مانتا ہے جو مخالفین بیان کرتے ہیں، لہذا موجودہ نظام انشورنس کو کسی نے بھی اصلاً جائز اور حلال نہیں کہا، جس نے بھی کہا ضرورت کے پیش نظر مشروط طور پر کہا اور پھر مفتی صاحب خود بھی اسی مقالہ میں صفحہ نمبر ۳۱۲ پر ہندوستان کے مسلمانوں کے لیے ضرورت کے پیش نظر انشورنس کو جائز قرار دے رہے ہیں۔ میرا مفتی صاحب سے سوال یہ ہے کہ پاکستان میں کس کی جان، مال اور عزت و آبرو محفوظ ہے۔ دن رات کتنے لوگ ہیں جو دہشت گردی، انہیاں پسندی اور ظلم و بربریت کی نظر ہوتے ہیں۔ کون ہے ان کے خاندانوں کی کفالت کا ضامن؟ کس کے پکوں کی پرورش کا ذمہ لیا گیا؟ یہاں مددوں اور نسلوں تک لوگ انصاف کے لیے عددتوں کی دبلین پر دھکے کھاتے ہیں۔ لہذا علم کی دنیا سے نکل کر حقائق کی طرف توجہ بھی ہونی چاہیے، میری رائے کے مطابق جو ضرورت مدد ہو، جس کے وسائل معمتمد ہوں، اُس کو انشورنس کرانے کی اجازت ہونی چاہیے اور جب اللہ اور اس کے رسول ﷺ مخلوق کے ساتھ آسانی چاہتے ہیں تو ہمیں تنگ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔

سفر شات

الحمد للہ علماء امت نے تکافل اور انشورنس کے نظام میں اصلاح کے لیے بیش بہاذ خیرہ فراہم کیا ہے، لیکن اس نظام کو نافذ کرنا حاکم وقت کے اختیار میں ہے۔ لہذا حکومت چاہیے کہ وہ انشورنس کے تمام ترادہ جات کو اپنی تحولیں میں لے کر ان کے بے ضایاب گلیوں کو درست کرے، مثلاً:

- ۱۔ بیسہ ہو ڈر جب بھی بیسہ چھوڑنا چاہے تو اسے بیسہ چھوڑنے کی اجازت کے ساتھ ساتھ اس کی مکمل رقم واپس ہونی چاہیے، اس پر پابندی نہیں ہونی چاہیے۔
- ۲۔ بیسہ کے بعد حاصل ہونے والی رقم و رشامیں شرعی اصولوں کے مطابق استعمال ہونی چاہیے۔
- ۳۔ بیسہ دار کا سرمایہ صرف جائز اور حلال کا رو بار میں ہی مصرف میں لا یا جائے۔

ہم ایک اسلامی جمہوریہ ملک کی رعایا ہیں، اُس کے حکمرانوں کو چاہیے کہ وہ اس نظام کو سود، قمار اور غرر جیسی بیماریوں سے صاف کریں، لیکن وہ ایسا نہیں کر رہے، لہذا میری علمائے کرام اور مفتیان عظام اور محققین سے گزارش ہے کہ انشورنس اور تکافل پر بہت کچھ لکھا جا چکا، اب ضرورت اس پر عمل کرنے اور کروانے کی ہے، لہذا ہمیں چاہیے کہ ہم موجودہ حالات کا سامنا

⁴³ ڈاکٹر عبدالباسط، جدید فقہی مسائل اور فقہائے پاک و ہند کے اجتہادات، ص ۳۱۲۔

کریں نہ کہ حقیقت سے منہ موڑ کر دین۔ میں سے رخصتیں تلاش کر کر کے کام چلانیں۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنے قلموں اور تحقیق کا رُخ حکومت کی طرف کریں اور اس پر دباؤ ڈالیں کہ وہ اس کو اسلامائز کرے۔ اگر وہ اس مقصد کے لیے تیار نہیں تو مل کر ان لوگوں کو حکومت میں لانے کی کوشش کریں جو ہماری اس تحقیق کو عملی جامہ پہنا سکیں، بصورتِ دیگر ہر تحریر، مقالہ، کتاب اور آرٹیکل لاپتہ ریویوں کے پیٹ بھرنے کے سوا کچھ نہیں۔

